عرب جاہلیہ میں فنِ دباغت

احمد خان ، ادارہ تحقیقاتِ اس

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو "فکر و نظر" ستمبر ۱۹۶۹ء)

جزیرۃ العرب میں خام چمڑا مہیا کرنے والے عام جانور تقریباً ہر جگہ پائے جاتے تھے البتہ چند خاص جانور تھے جو خاص علاقوں میں میسّر آ سکتے تھے۔ جیسے مچھلی جس کے چمڑے سے کئی چیزیں بنتی تھیں، صرف ساحل سمندر پر ہی دستیاب ہو سکتی تھی۔ اسی طرح جُرشش کی خاص قسم کی گائیں اور اونٹ تو صرف وہیں پائے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ جانور تقریباً سارے عرب میں پھیلے ہوئے تھے [1]

اگر دیکھا جائے تو عرب اپنی زندگی کی مختلف ضرورتیں ان جانوروں سے پوری کرتے تھے۔ اونٹ ان کے لئے طویل سفر میں بار برداری اور سواری کے علاوہ اور بہت سی ضرورتوں کے کام آتا تھا۔ گھوڑا جنگ میں مفید تھا۔ گائے اور بھیڑ بکری غذا فراہم کرنے کی وجہ سے ہر وقت کام آنے والے جانور تھے۔ بھینس کا وجود اگرچہ کم تھا مگر وہ بھی فائدہ سے خالی نہیں تھی۔ ان میں اکثر جانور یا تو دودھ دینے والے تھے یا سواری کے کام آتے تھے اور وہ بھی تھے جو دونوں کام دیتے تھے۔ مگر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان جانوروں نے عربوں کے لئے چمڑا مہیّا کر کے ان کی بہت سی ضروریات کو پورا کر دیا تھا۔

ان جانوروں میں سب سے اہم اور سب سے عام بھیڑ ہے۔ اس کے بکثرت گلّے صحرائے عرب میں پائے جاتے ہیں۔ یہ ان کے لئے بہت مفید جانور ہے۔ اس کی اون انہیں سردی سے بچاؤ کے لئے کپڑے مہیّا کرتا ہے، اس کی کھال ان کی مختلف ضروریات میں کام آتی ہے۔ دودھ غذا کے لئے اور مینگنیاں ایندھن کے کام آتی ہیں۔

---

[1] سارے عرب سے یہاں اور آئندہ بھی صرف وہ علاقے مراد ہوں گے جن میں آبادی کا وجود تھا۔ ان میں سے وہ علاقے خارج ہوں گے جہاں لق و دق صحرا یا بے آب و گیاہ کوہستان واقع تھے، اور وہ علاقے آبادی سے بھی خالی تھے۔

بادیہ نشین چرواہے ان کے ریوڑوں کو دور دور چراگاہوں میں لے جاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اپنی رہائش گاہیں بھی منتقل کرتے رہتے ہیں۔

بھیڑ کی کھال ذرا نرم ہونے کی وجہ سے ہلکی چیزوں کے لئے سودمند ہوتی ہے۔ چنانچہ پانی نکالنے والے ڈول کے لئے بھیڑ کی کھال کو بہت کم استعمال کیا جاتا۔ البتہ پانی کے لئے چھاگل اور مشکیزے اس سے بنائے جاتے۔ بکری بھی بھیڑ کی طرح عرب میں بکثرت پائی جاتی ہے اور اس سے بھی بھیڑ جیسے فوائد حاصل کئے جاتے ہیں۔ مگر چونکہ بھیڑ کی نسبت یہ جانور زیادہ صاف ستھرا رہتا ہے۔ اس لئے اس کی کھال بھی بھیڑ کی نسبت زیادہ صاف اور عمدہ ہوتی ہے۔ بکری یوں تو تمام جزیرہ عرب میں ہوتی ہے مگر خاص طور پر جبل السراۃ پر زیادہ پائی جاتی ہے۔ یہ جانور بھیڑ کے مقابلہ میں موسم کی سختی برداشت کرنے کی قوت کسی قدر زیادہ رکھتا ہے۔ بھیڑ اور بکری کے بچوں کی کھال کو زیادہ مفید خیال کیا جاتا ہے اس لئے ان کے بچوں کو پیدا ہوتے ہی ذبح کر کے ان کی کھال اتار لیتے ہیں۔ وہ کھال بہت ہی نرم ہوتی ہے۔

اونٹ جسے صحرا کا جہاز کہتے عربوں کے لئے ایک نعمت ہے۔ اس کا دودھ، کھال، بال (وبر) مینگنیاں غرضیکہ ہر چیز کار آمد ہے۔ اس کی کھال بہت بڑی ہوتی ہے اس لئے بڑی بڑی چیزیں مثلاً خیمہ، بڑی مشکیں اور پکھالیں وغیرہ بنانے کے کام آتی ہے۔

ویسے تو اس جانور سے عرب کے ہر علاقہ میں فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اور اسی لئے اس کو پالتے اور اس کی نگہداشت کرتے ہیں کہ یہ ان کی زندگی کا بہت ہی اچھا ساتھی ہے۔ مگر یہ دیکھا گیا ہے کہ بعض علاقوں کے لوگ اونٹ پالنے میں خاصی مہارت رکھتے ہیں، جیسے یمن کے لوگ اور وہ بھی خاص جُرش کے علاقے میں کہ یہاں اونٹ کی بہترین قسم پائی جاتی تھی۔ عرب کے مختلف علاقوں میں اور بھی کئی قسم کے اونٹ پائے جاتے تھے۔[۲]

گائے، خچر اور ہرن بھی عرب کے بعض علاقوں میں پائے جاتے ہیں اور ان کی کھالیں بھی کار آمد ہیں۔ لیکن چونکہ یہ جانور کم پائے جاتے ہیں اس لئے ان کی کھالیں بھی کم استعمال ہوتی ہیں۔ جنوبی عرب میں جُندیہ اور خُدیۃ۔ گائے جسامت میں بڑی اور سڈول نیز گوشت کے اعتبار سے عمدہ ہوتی ہے اور جُرش میں پالی جاتی

---

[۲] الدمیری: حیاۃ الحیوان ط قاہرہ ۱۳۱۱ھ ص ۱۳-۱۴-

والی جُبلانیہ گائے تو خاص طور پر کھال حاصل کرنے کے لئے پالی جاتی تھی۔ اس کی کھال بڑی ہوتی تھی [۳] بھینس اور ہاتھی سے بھی چمڑا حاصل ہوتا تھا۔ مگر ان دونوں جانوروں کا وجود جزیرہ عرب میں کہیں نہ تھا۔ قبل از اسلام مصریوں کے ساتھ عربوں کی تجارت عام تھی اور مصر میں بھینس وافر تعداد میں موجود تھی۔ کچھ بعید نہیں کہ عربوں نے وہاں سے بھینسیں درآمد کر لی ہوں۔ اور ساحلی علاقوں کے علاوہ سرسبز و شاداب علاقوں میں رکھا ہو اس لئے کہ سخت گرم علاقے اس کے لئے ناقابل برداشت ہوتے ہیں۔ اسس لئے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یمن اور خصوصاً عدن کے علاقے میں بھینسیں ضرور ہوں گی۔

ہاتھی کے بارے میں معلوم ہے کہ یہ جانور حبشہ میں عام تھا۔ أصحاب الفیل والا واقعہ جیشے میں نہ صرف ہاتھی کا وجود ظاہر کرتا ہے بلکہ وافر مقدار میں ہونا بھی ثابت کرتا ہے۔ ممکن ہے یہ جانور جزیرہ عرب کے ساحلی علاقوں میں پایا جاتا ہو۔

ان دونوں جانوروں کے لئے بافراط پانی کی ضرورت ہے۔ عرب کی خشکی و گرمی سے ہرگز یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ عرب کے ہر حصہ میں بالکل ایک سی گرمی اور خشکی ہوا کرتی ہے۔ وہاں کچھ ایسے علاقے بھی ہیں جن کی آب و ہوا مرطوب اور کم گرم ہے۔ وہاں کی سرسبزی دیکھ کر عرب کے صحرائی خطہ ہونے کا گمان تک نہیں ہوتا۔ طائف کے باغات اور سبزہ کشمیر کی یاد تازہ کر دیتے ہیں۔ اگرچہ ان دلوں بھینس اور ہاتھی عرب میں کہیں نہیں پایا جاتا لیکن بعض علاقوں کی اس قدر زرخیزی سے شبہ ہوتا ہے کہ ان دونوں جانوروں کا پہلے کہیں وجود ہو گا۔ کیونکہ ابتدائی لٹریچر میں ہاتھی اور بھینس کے چمڑے کا ذکر ملتا ہے۔ جاحظ نے کتاب الحیوان میں ہاتھی کے بارے میں یوں لکھا ہے: (الفیل) وانّھم لیعملون من جلودھا الترسہ، أجود من جلود الجوامیس و من خیزران ومن الورق والحجف التی تتخذ من جلود الإبل۔ [۴]

پھر بیان کرتا ہے کہ ہاتھی کی جلد سے ڈھال بنانے کے لئے اس کی جلد کو پہلے دودھ میں ڈبو دیتے تھے تاکہ اس کی عمر میں اضافہ ہو جائے۔

مشہور شاعر جمیل العذری نے بھی بھینس کی کھال کا ذکر کیا ہے [۵]:-

---

[۳] الھمدانی: صفۃ جزیرۃ العرب ط مصر ۱۹۵۳ء ص ۲۰۱

[۴] الجاحظ: کتاب الحیوان ط مصر تحقیق عبد السلام ھارون ج ۷ ص ۸۶ - [۵] ایضاً جلد ۲ ص ۲۰۸

ومايبتغي مني العداة، تفاقدوا ومن جلد جاموس سمين مطرق

ممکن ہے کہ ہاتھی اور بھینس کے چمڑے کسی دوسرے ملک سے عربوں نے درآمد کئے ہوں۔ لیکن یہ قیاس بھی ہو سکتا ہے کہ خود عربوں نے ان دونوں جانوروں سے چمڑے حاصل کئے ہوں۔

عربوں نے کھالوں کے حصول کا دائرہ اتنا وسیع کر رکھا تھا کہ وہ سمندر کے جانوروں سے بھی فائدہ اٹھاتے تھے۔ ان میں سب سے اچھا اور مفید جانور اُطوم تھا۔ یہ ایک سمندری کچھوا سا ہے۔ اگرچہ مکمل طور پر کچھوا کہلانے کا حق نہیں رکھتا تاہم اس سے ملتا جلتا ہے۔ اس کی جلد موٹی، اونٹ کی طرح کچھ نرم ہوتی ہے۔ جوہری نے صحاح میں لکھا ہے کہ: یہ ایک بڑی سی مچھلی ہے جس کی کھال کے جوتے بنائے جاتے ہیں۔ اسے میں نے عَیذَاب (بحیرہ قلزم میں جدہ سے کچھ فاصلے پر ایک جزیرہ) میں دیکھا ہے۔ اُطوم کی کھال کے بارے میں مشہور جاہلی شاعر شمّاخ کہتا ہے:

وجلدها من أطوم ما يؤيسه طلح بضاحية البيداء مهزول

اس جانور کی ہیئت کے بارے میں لغت نویسوں کے ہاں اختلاف ہے[6]۔ ممکن ہے کہ یہ دریائی سوُس (مگرمچھ) ہو جس کا چمڑا آج بھی کارآمد سمجھا جاتا ہے۔

چھوٹی مچھلی (سمک) اور بڑی مچھلی (حوت) سے بھی چمڑا حاصل کیا جاتا تھا۔ ساحلی علاقے کے لوگ انہی مچھلیوں کی جلد سے جوتے بناتے تھے۔ یہ مچھلیاں کافی مقدار میں بحر احمر، خلیج فارس اور بحر عرب میں پائی جاتی تھیں[7] شارک مچھلی کی چربی، گوشت اور کھال کام میں لائے جاتے تھے۔ اس کی چربی طبی اغراض کے لئے بھی استعمال ہوتی تھی، اور کھال سے جوتے بنائے جاتے تھے[8]

(۳)

تقریباً تمام جزیرۃ العرب میں جانور بافراط پائے جاتے تھے۔ ان کی کثرت کی وجہ سے لوگوں نے ان

---

[6] مرتضیٰ زبیدی: شرح القاموس (الأطم)

[7] جواد علی: تاریخ العرب قبل الاسلام ط بغداد ۱۹۵۹ء جلد ۸ ص ۱۱۱

[8] ایضاً جلد ۸ ص ۱۱۴ - ۱۱۵

سے حاصل ہونے والے چمڑے کے حصول کے طریقے بھی مختلف بنا رکھے تھے، یعنی جانور سے چمڑا اتارنے کے لئے انھوں نے کئی طریقے اختیار کر رکھے تھے۔ بعض تو جانوروں کے چمڑے خاص طریقے سے ہی اتارتے تھے، یعنی جس انداز سے اونٹ کا چمڑا اتارا جاتا تھا ظاہر ہے اس انداز سے بکری کا نہیں ایسے ہی جس طریقے سے گائے یا بیل کا چمڑا اتارتے تھے بھیڑ اس طریقے کے تحت نہیں آتی تھی۔ اور پھر بھیڑ، گائے اور اونٹ ہر ایک کا چمڑا اتارنے کے مختلف مقامات پر مختلف طریقے بھی رائج تھے۔ بھیڑ کی کھال کو تقریباً سات مختلف طریقوں سے اتارا جاتا تھا۔

قبل اس کے کہ ہم کھال اتارنے کے طریقوں کا بیان شروع کریں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کے ہاں جانوروں کو ذبح کرنے کے جو مختلف طریقے رائج تھے، ان پر بھی ایک طائرانہ نظر ڈال لی جائے۔ اس وقت جانور کو ذبح کرنے کے مندرجہ ذیل طریقے مروج تھے:-

(۱) ذبح : یہ عام طریقہ تھا جو آجکل ہمارے ہاں بھی رائج ہے۔ اس طریقے میں جانور کا گلا اس طرح کاٹتے کہ اس کی شاہ رگ کٹنے سے خون بہہ جائے۔ سر جسم سے جدا نہیں کیا جاتا تھا۔

(۲) قَفْت : بکری یا بھیڑ کو ذبح کرنے کا وہ طریقہ جس میں اس کی گردن کا پچھلا حصہ کاٹتے اور ساتھ ہی شاہ رگ بھی۔ اس انداز میں اور "ذبح" میں فرق یہ ہے کہ ذبح میں گردن کا نیچے کا حصّہ کٹتا ہے مگر قفت میں اوپر کا حصّہ۔ دونوں طریقوں میں مقصد شاہ رگ سے خون بہانا ہوتا تھا۔

(۳) فَرْس : جانور کو اس طرح ذبح کرتے کہ اس کی گردن جسم سے بالکل جدا ہو جاتی۔

(۴) شَرْد : جانور کی گردن کے گوشت کو بالکل خیال میں نہ لاتے ہوئے کاٹ دیتے تھے۔

عرب جانوروں کو نہایت سرعت سے ذبح کرتے تھے۔ عموماً انداز یہ ہوتا کہ جانور کو گرا کر اس طرح رکھ لیا جاتا جیسے ایک طرف تکیہ رکھا ہوتا ہے، پھر اس پر بیٹھ کر ذبح کرتے تھے۔ جس بکری کو کوئی عورت دوہا کرتی تھی، اسے ذبح کرتے وقت عموماً اسی عورت سے ذبح کروایا جاتا۔ ایک جاہلی شاعر اسی طرف اشارہ کر رہا ہے :-

فما تنام جارۃ آل لأی ولکن یضمنون لها قتراها

ذبح کے بعد عموماً جانور کو کسی بلند جگہ پر ایک ٹانگ سے باندھ کر لٹکا دیا جاتا جو علامت تھی کہ اب اس کا چمڑا اتارا جائے گا۔

جانور پر سے چمڑا اتارنے کے لئے، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، عربوں نے کئی طریقے اختیار کر رکھے تھے کوئی شخص اس امر کا پابند نہ تھا کہ وہ ایک خاص طریقہ ہی استعمال کرے اور نہ کوئی خاص خطہ کسی خاص طریقے کو اپنے لئے مختص کئے ہوئے تھا۔ عرب کے اتنے وسیع و عریض علاقے میں لوگ اپنی پسند اور حالات و ضروریات کے مطابق مختلف طریقے استعمال کرتے تھے۔ ایک ہی علاقے میں مروج طریقے میں تھوڑی بہت تبدیلیاں بھی کر لیتے تھے۔

بکری یا کوئی ہلکا سا جانور ہوتا تو اس کو کسی جگہ پر لٹکا کر اس کا چمڑا اتارا جاتا، مگر اونٹ، بیل، گھوڑے کی قسم کے بھاری بھر کم جانوروں کو لٹکانا ان کے بس کی بات نہ تھی۔ چمڑا اتارنے کے عام اور مشہور طریقے نیز ان سے حاصل شدہ چمڑوں کے اسماء ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں :۔

(۱) **نجل** : آج کل عام طور پر چمڑے کو جانور کی کونچوں سے شروع کرتے ہیں۔ یہ طریقہ قدیم سے مروج ہے۔ اسی کو نجل کہا جاتا تھا۔ چنانچہ عرب کا ایک قدیم شاعر المخبّل کہتا ہے :۔

وانکحتم رھواً کأن عجانھا مشق إھاب أوسع السلخ ناجله[۹]

مرجول اور منجول اس کھال کو کہتے تھے جو پاؤں کی طرف سے اتاری جائے۔ ایک صاحب کا خیال ہے کہ منجول وہ کھال ہے جو پاؤں کی مدد سے اتاری جائے اور مرجول وہ جو پاؤں کی طرف سے شروع کر کے اتاری جائے۔

(۲) **تزفیق** : کھال کو سر کی جانب سے اتارنا شروع کیا جائے تو اس فعل کو تزفیق اور اس طرح اتاری جانے والی کھال مزفّق کہلاتی تھی۔[۱۰]

(۳) **شرع** : دونوں پاؤں کے درمیانی حصّہ کو کاٹ کر کھال اتارنا شرع کہلاتا تھا۔[۱۱]

(۴) **دحس** : کسی ایک جگہ سے جلد اور گوشت کے درمیان ہاتھ ڈال کر جلد کو اتارنا۔ یہ طریقہ عموماً اس وقت استعمال کرتے تھے جب کھال سے مشک بنانا مقصود ہوتا تھا۔

(۵) **ترجیل** : وہ طریقہ جس میں چمڑے کو یا تو ایک پاؤں کی مدد سے اتارتے یا چمڑا اتارنے

---

۹ ابن منظور : لسان العرب مادہ نجل۔

۱۰ ابن سیدہ : المخصص : باب الجلود : ج ۴، ص ۱۰۵

۱۱ ایضاً

کے لئے جانور کے کسی ایک پاؤں سے کھال آتارنا شروع کرتے، شاعر کہتا ہے :-

ایّام أسحب منزری غفر الملا   واعضّ کلّ مرجّل ریّان[۱۰]

جلد کو اتارتے ہوئے پہلے دائیں طرف لے جاتے اسے شحف کہتے تھے۔ کبھی کبھی کھال کو گرم کر کے بھی اتارتے تھے۔

کھال اتارتے وقت ان سے عام انسانوں کی طرح غلطیاں بھی سرزد ہو جاتی تھیں۔ چنانچہ کبھی کبھی کھال اتارتے ہوئے چھری گوشت کے اندر گھس جاتی اور جلد کے ساتھ گوشت بھی آجاتا، اس بے اعتدالی کو وہ "اغلال" کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ اسی طرح جو گوشت کھال کے ساتھ ہی اتر آتا اسے مرق کہتے تھے[۱۱]

چھوٹے چھوٹے جانوروں کی کھال اتارنے کے لئے سلخ، کشط اور زلع کے نام مختلف مقامات پر استعمال ہوتے تھے۔ اونٹ کی کھال اتارنے کے لئے نجو اور جلد کے خصوصی نام دیئے جاتے تھے۔ البتہ کھال اتارنے کے لئے عام طور پر سلخ بولتے تھے۔

(۳)

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان اوزاروں کا ذکر بھی کیا جائے جنہیں دباغین (چمڑا کمانے والے) مختلف کاموں میں استعمال کرتے تھے۔ مناسب تو یہ تھا کہ اس صنعت سے متعلق تمام اوزاروں کا تذکرہ کیا جاتا مگر سردست جن کے بارے میں معلوم ہو سکا صرف انہی پر اکتفا کیا جائے گا۔

مختلف مسالوں کی پسائی کے لئے بڑی بڑی چکیوں کا استعمال عام تھا۔ اس طرح لپسے ہوئے قرظ کو کھال میں ڈالنے کے لئے جو برتن استعمال ہوتے تھے، ان کا نام کہیں سے نہیں مل سکا۔ اسی طرح کھال کو بار بار پانی دینے کے لئے جو برتن استعمال کرتے تھے ان کا ذکر بھی کہیں ضرور ہوگا۔ کھال کے کمائے جانے کے بعد اس پر مزید پختگی پیدا کرنے والے اوزار کا علم نہیں ہوسکا۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ چمڑے پر نقش ونگار کا کام کرتے تھے۔

جن اوزاروں کو عرب استعمال کرتے تھے، ان میں سے چند کے بارے میں معلومات نہیں مل سکی ہیں

---

۱۰ و ۱۱ ابن منظور: لسان العرب مادہ رجل، غلل و ابن سیدہ: المخصص باب الجلود ۵-۱

اگرچہ ان کی ماہیت پر پوری طرح روشنی نہیں ڈالی جاسکتی تاہم ان اوزاروں سے لئے جانے والے کاموں کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔

(۱) مِحَطّ : حطّ ، یحطّ کے کئی معنی ہیں جیسے لکیر دینا، صیقل کرنا اور نقش ونگار دینا۔ یہ فعل ان سبھی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ اوزار تقریباً ان تمام مذکورہ امور کے لئے استعمال ہوتا تھا کہتے ہیں کہ یہ لکڑی کا بنا ہوا ہوتا تھا اور بعض کا خیال ہے کہ لوہے کا۔ التہذیب فی اللغۃ میں اس کی شکل سے متعلق یہ الفاظ آئے ہیں:

هی محدّدة الطرف من أدوات النطّاعين

یعنی اس کا سرا دھار دار یا نکیلا ہوتا اور جلد سازوں کے آلات استعمال میں شامل تھا۔

شائد اس شعر سے اس اوزار پر کچھ روشنی پڑ سکے: شاعر کا نام النمر بن تولب ہے:

كأنّ محطاً في يدى حارثية صناع، علت منّى به الجلد من عل

(۲) مِحلأة : "حَلئَ" کا مطلب ہوتا ہے کھال (کے اندرونی حصّہ) پر سے گندگی، بال اور سیاہی چھیل کر دُور کرنا۔ اس کے معنی میں چھُری کا غلطی سے چمڑے میں لگ جانا بھی ہے۔ چنانچہ مؤخرالذکر معنی میں الکمیت نے حلئ کو استعمال کیا ہے [12]

كحالئة عن كوعها وهي تبتغي صلاح أديم ضيعته و تغمل

یہ اوزار لوہے کا بنا ہوا ہوتا اور کھال کی (اندرونی) صفائی کے لئے استعمال ہوتا تھا۔

(۳) نشفہ : پتھر کا کھردرا ٹکڑا۔ عموماً لوگ اس کی رگڑ سے اپنے ہاتھ پاؤں پر جمنے والا میل یا غسل خانے کے اندر جمی ہوئی کائی وغیرہ صاف کرتے تھے، اور کبھی کبھی محلأۃ کے استعمال کے بعد بھی اگر کوئی گندگی رہ جاتی تو وہ نشفہ سے صاف کر دی جاتی تھی [13]

(۴) اِزمیل : لوہے کا یہ اوزار چمڑے کو کاٹنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ شاعر کہتا ہے: [14]

---

[12] الکمیت : ہاشمیات ۔مطبوعہ لیڈن ص ۱۳

[13] ابن منظور : لسان العرب مادہ حلأ

[14] ابن سیدہ : المخصص : باب الجلود : ج ۴ ص ۱۰۵

قُدِّ بیا رمیل المعین ھور

(۵) أشفی: کھال میں سوراخ کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ عام طور پر مشکیں بنانے کے لئے اسی سے سوراخ کیا جاتا تھا۔

(۶) مفراص: لوہے کا چپٹا سا اوزار جس سے چمڑے کو کاٹا جاتا تھا۔ اسی طرح مجُوب بھی لوہے کا بنا ہوا تھا اور چمڑا کاٹنے کے کام آتا تھا۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اوزار تھے جن کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

اہل فن اوزاروں کے علاوہ اپنے ہاتھوں سے بہت زیادہ کام لیتے تھے۔ چمڑا کمائے جانے کے دوران کھال کو پانی دینے کے بعد اسے اپنے بازوؤں سے دلک (رگڑنا) کیا کرتے تھے۔ اور چمڑے کی تیاری کے بعد اسے اپنے ناخنوں سے نرم کرنا تو ایک عام طریقہ تھا۔

دباغت کی تیاری کے لئے قرظ کو پیس کر استعمال کے قابل بنانے کے لئے جو بڑی بڑی چکیاں استعمال کرتے تھے ان کا وجود حصن عزّاب (یمن) کے مقام پر رومیوں اور یونانیوں کے آثار قدیمہ میں ملتا ہے۔ ان کے اندر چکیوں کے بڑے بڑے پاٹ ہیں۔ جن کی موٹائی تقریباً آٹھ آٹھ ہاتھ تھی۔ یہ چکیاں صرف انہی رومیوں اور یونانیوں کے ذہن کی پیداوار تھیں، کیونکہ عرب ایسا کام کرنے کی صلاحیت سے اس وقت عاری تھے۔ (مسلسل)

---

[15] ابن المجاور: تاریخ المستبصر مطبوعہ لیڈن: ص۲۰